اسلام میں تحقیق کا مقام، اہمیت اور افادیت: ایک تجزیاتی مطالعہ

Status of Research and its Importance and Effeteness in Islam: An Analytical Study

ناہیدہ بی بی* ڈاکٹر حافظ اعجاز علی** نجم الدین***

ISSN (P) 2664-0031 (E) 2664-0023
DOI: https://doi.org/10.37605/fahmiislam.v6i1.373

Received: March 13,2023
Accepted: May 22, 2023
Published: June,2023

Abstract

Islam has ordered us to research every matter, its command in the Ayat al-Kareema; as Allah says:" O believers, if any false person comes to you with any news, then investigate him thoroughly, lest you unknowingly cause any harm to any person, then you will regret what you have done". The hadiths exhort doing prayer (dua) for research and describe its virtues. These are proof of its importance.

Muslim scholars have declared authenticity, integrity, impartiality, non-biased behavior and caution as necessary for research so that the research can reach the right conclusion.- Its benefits include issues of public interest such as editing, summarizing, detailing, interpretation and facilitation of sciences and arts in addition to discovery and invention. In this paper, we will discuss all aspects of research in the light of Islamic principles.

Keywords: Research, Islam, Quran, Shariah, investigation.

تمہید

تحقیق عربی زبان کا لفظ ہے جو "حق یحق حقا " سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے "باطل کا ضد"[1] تو تحقیق کا معنی ہو گا "حق ثابت کرنا"، اردو میں اس کی جمع تحقیقات آتی ہیں، اس کو عربی میں "البحث" اور انگلش میں "Research" کہتے ہیں۔ فیروز اللغات والے نے اس کے

* ایم فل سکالر، شعبہ اسلامیات، جامعہ ملاکنڈ چکدرہ، دیر لوئر
** عربک ٹیچر (AT) گورنمنٹ ہائی سکول چونگئ، زرخیلہ، سوات
*** ایم فل سکالر، شعبہ اسلامیات، جامعہ ملاکنڈ چکدرہ، دیر لوئر

مندرجہ ذیل معانی بیان کئے ہیں: 1۔ اصلیت معلوم کرنا، دریافت کرنا 2۔ درستی، صحت 3۔ دریافت، تفتیش، جانچ پڑتال 4۔ سچائی، صداقت، اصلیت 5۔ یقین 6۔ تصدیق، پایہ ثبوت کو پہنچنا 7۔ درست، ٹھیک، سچا، اصلی، یقینی[2]

اصطلاح میں اس کی کئی تعریفیں منقول ہیں: مہدی فضل اللہ فرماتے ہیں: "وہ کوشش جس کو ایک محقق کسی موضوع کی تلاش، جستجو، تحقیق، تجزی، تنقید اور مقارنہ پر اس غرض سے صرف کرے کہ وہ حقیقت تک پہنچے یا حقیقت واضح ہو جائے، نہ کہ کسی چیز پر دلیل دینے کے لئے، نہ کسی چیز کو ثابت کرنے کے لئے اور نہ کسی رائ کی تائید کے لئے"۔ یا "کسی موضوع پر وہ رپورٹ جو شامل، کافی، جامع اور دلائل سے مزین ہو جس کو کوئی محقق بغیر کسی نفس پرستی اور خواہش پرستی کے تیار کیا ہو"۔[3] علامہ شلبی فرماتے ہیں: "وہ مکمل رپورٹ جو کسی محقق نے اس کی ذمہ داری لے کر اس کو مکمل کیا ہو اس طرح کہ وہ رپورٹ اس موضوع کے ہر مرحلے کو شامل ہو، یہاں تک کہ وہ ایک نظریہ اور خیال سے چل کر ایک محرر، مرتب اور دلائل سے مزین نتیجہ بن گیا ہو[4]۔ عبد الوھاب بن ابراھیم فرماتے ہیں: کہ وہ علم و جستجو کے میدان میں ایک ایسا علمی عمل ہے جس میں حقائق اور معلومات جمع کئے جاتے ہیں، پھر ان کے ذریعے ایک معین علمی طریقے کے مطابق جستجو سے کسی موضوع کے متعلق ایک ایسا مادی اور معنوی معنی نکالا جاتا ہے جس میں محقق کا ایک معین موقف اپناتا ہے تاکہ ان سب کے ذریعے کچھ نئے نتائج تک پہنچا جا سکے"[5]. دویدری لکھتے ہیں: "زیادہ معرفت کے لئے نہایت توجہ کے ساتھ خاص طریقے سے جستجو کرنے کو تحقیق کہتے ہیں[6]۔ اس کے علاوہ دویدری نے تین چار اور بھی تعریفیں نقل کی ہیں، ان سب کا خلاصہ یہ ہے: کسی علمی موضوع پر مفصل و مبسوط لیکن مربوط و منظم تحریری سرمایۂ جستجو تحقیق وریسرچ کہلاتا ہے۔ ڈاکٹر عمر فاروق غازی لکھتے ہیں: "تحقیق مثبت جذبوں کی شدت اور فروانی سے جلا پاتی ہے، جس میں سچائی، دیانتداری، محنت و لگن اور متانت و سنجیدگی جیسی حسین قدریں شامل ہوتی ہیں، احادیث نبویہ کی روشنی میں یہی قدریں تحقیق کے مفہوم میں کارفرما نظر آتی ہیں۔ ان صفات کے ساتھ

ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ واقعات کو بیان کرنے کے لئے ان کا عینی مشاہدہ کیا جائے، ذاتی طور پر انہیں سنا جائے اور انہیں روایت کرتے وقت محتاط رویہ اختیار کیا جائے۔"[7]

تحقیق کی اس وضاحت کے بعد اب اس کے مختلف پہلوؤں کا اسلامی اصولوں کی روشنی میں جائزہ لیا جائے گا۔۔

خصوصیات:

1۔صداقت شعاری: سچائی اور دیانت داری وہ بنیادی ستون ہے جس پر تحقیق کی عمارت استوار ہوتی ہے، محقق حقیقت شناس، حقیقت کا تلاش کار اور صداقت شعار ہوتا ہے، آپ ﷺ نے وہم گمان کو سب سے جھوٹی بات کیا ہے، چنانچہ حضور ﷺ فرماتے ہیں: "**ایاکم و الظن فان الظن اکذب الحدیث**"۔[8] ترجمہ: تم لوگ وہم و گمان سے اپنے آپ کو بچاؤ؛ کیونکہ وہم و گمان جھوٹی ترین بات ہے۔ تحقیق کے اصولوں میں یہ شامل ہے کہ اخذِ روایات اور نقلِ روایات کے وقت مکمل دیانت داری اور سچائی سے کام لیا[9]۔ چنانچہ حضور ﷺ فرماتے ہیں: ترجمہ: " بے شک جھوٹی روایت بد ترین روایت ہوتی ہے، جھوٹ بولنا نہ عمداً جائز ہے اور نہ مذاق سے، انسان اپنے بیٹے سے ایسا وعدہ نہ کرے جس کو وہ پورا نہ کرے، بے شک سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے، جبکہ جھوٹ برائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور برائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔ سچے انسان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے سچ کہا اور نیکی کا کام کیا اور جھوٹ انسان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس جھوٹ بولا اور برائی کا ارتکاب کیا، یقینا ایک آدمی سچ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالی کے ہاں سچا ترین انسان لکھا جاتا ہے، اور ایک شخص جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں جھوٹا ترین انسان لکھا جاتا ہے"[10]۔ شریعت میں کذب بیانی سنگین گناہوں میں شمار ہوتا ہے، یہاں تک کہ حضور ﷺ نے جھوٹ کو منافق کی علامات میں شمار کیا ہے، چنانچہ فرناتے ہیں: **من علامات المنافق ثلاثۃ اذا حدث کذب ،واذا وعد اخلف و اذا ئتمن خان**"[11]۔ ترجمہ: منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے گا تو جھوٹ بولے گا، اور

جب وعدہ کرے گا تو اس کی خلاف ورزی کرے گا، اور جب اس کو امانت دی جائے گا تو خیانت کرے گا۔

2۔ذاتی تعصبات سے احتراز: محقق کے لئے یہ بے حد ضروری ہے کہ وہ اپنی تعصبات اور شخصی مغالطوں سے احتراز کرے،احادیث نبوی میں بھی اصل اہمیت مصادر شریعت کو حاصل ہے۔اور افراد کے تعصب اور مقابلے سے بالاتر ہو کر قرآن و سنت اور قیاس واجتھاد کے طریقہ کار سے مسائل کا استنباط کیا جائے[12]۔

3۔احتیاط: تحقیق کے لئے بہت محتاط رویہ اپنانا ضروری ہے، جیسے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے:"ترجمہ:تم میں جس کے پاس علم ہو اس کی بنیاد پر بات کرنی چاہیے اور جو نہ جانتا ہو اسے "اللہ اعلم" کہنا چاہیے کیونکہ علم کی یہ شان ہوتی ہے کہ جب اس سے ایسی بات دریافت کی جائے جس کا اس سے علم نہ ہو تو وہ "اللہ اعلم" کہتا ہے"[13]۔

4۔عینی مشاہدہ: تحقیق کے دوران معلومات جمع کرنے کے لئے چشم دید گواہی تمام دیگر زرائع اطلاع سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے، اسی وجہ سے آپ ﷺ کا یہ معمول مبارک تھا کہ باہر سے آنے والے تمام وفود کو مسجدِ نبوی میں ٹھہراتے، تاکہ وہاں سے مسلمانوں کے حالات و اطوار کا جائزہ لے سکے، اور فرمودات نبوی ﷺ سے براہ راست مستفید ہوں[14]۔

5۔ذاتی سماع: محقق کے لئے حتمی نتائج تک رسائی کے لئے عینی مشاہدہ کے علاوہ ذاتی طور پر راوی سے سماع بھی اہم درجہ رکھتا ہے، شروع اسلام سے آج تک اسلامی محققین اس کا خیال رکھتے آرہے ہیں، اگر کسی روایت کا سماع ثابت نہ ہو تو اس کا اعتبار نہیں کرتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنھم بھی سماع میں بھی اس قدر احتیاط کرتے تھے کہ دوبارہ اس سنی ہوئی روایت کی تصدیق بھی کراتے تھے، چنانچہ حضرت معبد بن ہلال کا بیان ہے:" **عن معبد بن هلال، قال: كنا إذا أكثرنا على أنس بن مالك رضي الله عنه أخرج إلينا محالا عنده، فقال: «هذه سمعتها من النبي صلى الله عليه وسلم فكتبتها وعرضتها عليه»**[15]"- ترجمہ: جب ہم انس بن مالک سے زیادہ سوال(پوچھ گچھ) کرتے تو وہ اپنا تھیلا

ہمارے پاس لاتے اور فرماتے: "میں ان احادیث کو حضور ﷺ سے سماع کر کے لکھا ہے، پھر انہیں حضور ﷺ پر پیش کیا ہے۔

تحقیق کی اہمیت:

انسان زمین پر اللہ تعالی کے خلیفہ کے طور پر علم و معرفت کے لیے ہر وقت قدرت کے چھپے ہوئے قوانین اور زندگی کی اسرار کی تلاش میں رہتا ہے جیسے کہ سید رزق الطویل کہتے ہیں: "ما دام الإنسان يؤدي رسالة الخلافة على الأرض التي أرادها له الله يسعى حثيثًا لكشف المخبوء من قوانين الكون، وأسرار الحياة؛ طلبًا للعلم والمعرفة.[16]" اسلام نے طلب علم اور تحقیق کو سب سے عظیم کام اور مقصد قرار دے دیا ہے، تحقیق حصولِ علم ہی کا ایک باب اور شاخ ہے اور اسی علم و معرفت میں جا کر ایک بندے کی تحقیق ختم ہوتا ہے اور یہی علم الحقائق ہی اس تحقیق کا مقصد ہوتا ہے، اس کی عظمت قرآن اور حدیث میں بکثرت آیا ہے جو کہ درجہ ذیل ہے۔

قرآن سے:

اللہ تعالی نے تحقیق کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے مختلف طریقہ اختیار فرمایا ہے کبھی امر اور نہی، کبھی دعاؤں کی مدد سے، کبھی فضیلت بیان کر کے اس کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ ان کی وضاحت درجہ ذیل ہے:

1۔ تحقیق و جستجو کا حکم:

اللہ تعالی قران میں مشتبہ اور مشکوک خبر کی تحقیق کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں": اے مومنو اگر تمھارے پاس کوئی کوئی گنہگار (جھوٹا) آدمی کوئی خبر کے کر آئے تو اس کی خوب تحقیق کرو، ایسا نہ ہو کہ آپ انجانے میں کسی قوم کو کوئی تکلیف پہنچاو پھر تم اپنے کئے پر نادم ہونگے"[17]۔ اور اسی طرح اللہ تعالی قرآن کے مختلف جگہوں پر جھوٹ بولنے سے منع کرتے ہوئے جھوٹے پر لعنت بھیجی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: "فلعنة الله على الكذبين"۔ ترجمہ: جھوت بولنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

2۔دعائیں:

اللہ تعالی مومن سے علم میں اضافہ کے مطالبے کا حکم دیتے ہیں اور استزاد فی العلم تحقیق و جستجو سے ہوتا ہے چناچہ فرماتے ہیں: وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْماً"[18]- ترجمہ: اور کہہ دیجیے کہ اے میر رب میرے علم میں اضافہ فرما۔

3۔فضیلت:

جس طرح اللہ نے تحقیق کا حکم دے کر اس کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے اسی طرح ایک عالم اور محقق کی فضیلت بیان کر کے بھی اس کی اہمیت کو مزید واضح کر دیا ہے، چنانچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں": کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں"[19]۔

جب ایک جاننے والے اور محقق کی یہ فضیلت اللہ نے قرآن میں بیان کی ہے تو اس علم اور تحقیق کی کیا اہمیت ہو گی جس کی جستجو میں انسان اپنی زندگی کا ایک حصہ صرف کرتا ہے، جیسا کا پہلے نازل ہونے وال آیت اس پر دلیل ہے، جس میں اللہ نے اللہ کا علم کا ذکر کیا ہے اور اس کو ایک احسان کے طور پر ذکر فرمایا، جو اس کی اہمیت کی سب سے بڑی دلیل ہے، چنانچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:" پڑھو اس پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو پیدا کیا خون کے لو تھڑے سے، پڑھو اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سکھایا ،انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا"[20]۔ایک اور جگہ فرماتے ہیں:" اللہ تعالی آپ میں سے ایمان اور علم والوں کے درجے بلند فرماتے ہیں"[21]۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:"إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاء-"[22]ترجمہ: بے شک اللہ کے بندوں میں سے ان سے ڈرنے والے جاننے والے لوگ ہیں، ایک اور ایت میں اللہ تعالی نے تحقیق اور علم کے بغیر کسی چیز کی پیروی سے منع فرمایا ہے، چناچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:" آپ اس چیز کے پیچھے نہ پڑو جس کا تجھے علم نہیں "[23]یعنی آپ اس چیز کا اتباع نہ کرنا جو مشاہدہ، روایات یا دلائلِ قطعیہ سے ثابت نہ ہو اسی کو تحقیق کہتے ہیں۔یہی علم اور حقائق کی معرفت ہی سبب تھا جس کی وجہ سے موسی علیہ الصلوۃ والسلام اس پیغمبر الہی کے تابع بنے جس کا ذکر سورۃ کہف میں ان الفاظ کے ساتھ آیا

ہے:"فَوَجَدَا عَبْداً مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْماً"[24]۔
ترجمہ: تو انھوں نے پالیا ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ جس کو ہم نے اپنے پاس سے رحمت اور علم عطا کیا۔

اسی طرح اللہ نے طالوت کو بنی اسرئیل پر بادشاہ مقرر کیا تو اس پر بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں نے اعتراض کیا اور کہہ دیا کہ ہم مال میں اس بڑھ کر ہیں، اس لیے ہم اسی کے حقدار ہیں تو اللہ نے فرمایا کہ ہمارا انتخاب مال و منصب سے نہیں، بلکہ علم و معرفت سے ہوتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:" اور ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اللہ تعالی نے تمھارے لیے طالوت کو بادشاہ بنا کر بھیجا تو کہنے لگے کہ اس کی ہم پر کیسے بادشاہی ہوگی اس حال میں کہ بادشاہی کے حقدار ہم ہیں اور اس کے پاس زیادہ مال بھی نہیں ہے تو فرمایا نبی نے: اللہ نے ان کو آپ میں سے چنا ہے اور اس کو علم اور جسم کے اعتبار سے آپ سے زیادہ کیا ہے"[25]۔ ایک اور آیت میں اللہ نے جاننے والوں کی شہادت اپنے اور ملائکہ کے ساتھ شمار کر کے علم اور جستجو کو مزید اہمیت دے دی چنانچہ فرماتے ہیں:" انصاف کے ساتھ گواہی دی اللہ، فرشتے اور اہلِ علم نے اس بات پر کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں"[26]۔

اسی طرح تحقیق اور علم و معرفت کی جستجو انسان کی فکری اور مادی ترقی کے بہت بڑے وسائل میں سے ہیں اور یہی انسان کے اس کرامت اور فضیلت کا سبب ہے جس نے انسان کو اشرف المخلوقات کا شرف بخشا، اسی وجہ سے انسان کے لیے اللہ نے زمین و آسمان اور دوسرے موجوداتِ عالم کو مسخر کیا، اللہ تعالی سورۃ جاثیہ میں فرماتے ہیں:"وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ"۔ ترجمہ: اللہ نے تمھارے لیے آسمان و زمین کی سب چیزیں مسخر کر دی۔ سورہ اسرا میں فرماتے ہیں:"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا"[27]۔
ترجمہ: اور ہم نے بنی آدم کو کرامت دے دی اور اس کو سمندر اور خشکی میں بسایا، ہم نے اس کو پاکیزہ اشیاء میں سے رزق دی اور اپنے بہت سے مخلوقات میں اس کو فضیلت دی۔

جب تک انسان تحقیق و جستجو میں لگا رہتا ہے تو اس کی فہم کی مدارک میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کی معلومات بڑھتا جاتا ہے جب وہ یہ گمان کرتا ہے کہ وہ ایک علم و تحقیق کی انتہاء تک پہنچ گیا وہاں سے اسکی جہالت شروع ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایک مشہور مقولہ ہے:"إن المرء ليعلم ما دام يطلب العلم, فإذا ظن أنه قد علم فقد جهل." ترجمہ: انسان اس وقت تک جانتا ہے جب تک علم کی جستجو میں رہتا ہے، جب وہ یہ گمان کرتا ہے کہ انہوں نے جان لیا تو وہ جاہل بن جاتا ہے۔ عبد الملک ابن مروان نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "تعلموا العلم؛ فإن كنتم سادة فقتم، وإن كنتم وسطًا سدتم، وإن كنتم سوقة عشتم". ترجمہ: علم وحاصل کرو اگر آپ سردار ہو تو فوقیت پاوو گے، اگر آپ درمیانہ لوگوں میں سے ہو تو سردار بنو گے، اور اگر رعایا اور عوام میں سے ہو تو اچھی زندگی گزارو گے۔

تحقیق میں ایک شخص ابتداء اس موضوع پر کام شروع کرتا ہے، اس کا مقصد صرف اس کی حقیقت تک پہنچ کر اس واضح کرنا ہوتا، وہ اس کی خواہشات اور پہلے سے بنائے ہوئے نظریات سے خالی ہوتی ہے، آخر میں اس کی تحقیق انکشافِ حقیقت پر مشتمل ایک نتیجہ دیتی ہے، چاہیے وہ اس کے سابقہ خیالات کے مطابق ہو یا مخالف۔ ایک محقق ہر وقت اپنی تحقیق میں جن چیزوں کا خیال رکھتا ہے ان کو قرآن نے الگ الگ کر کے بیان کیا ہے، ان باتوں کو نظر انداز کرنے سے کوئی تحریر تحقیقی تحریر نہیں کہلایا جا سکتا۔ بلکہ وہ خیالات اور اوہام کا مجموعی ہی ہو سکتا ہے۔ وہ امور یہ ہیں:

1۔ اپنے علمی دعوے کو دلائل اور براھین سے ثابت کرنا:

دنیا میں کوئی دعوی مجرد دعوے سے ثابت نہیں ہو سکتا، بلکہ اس کی صحت اور ثبوت کے لیے صحیح اور قطعی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے، مقالے کے ہر دعوی اور عنوان دلیل سے مزین ہونا چاہیے اس کی تصریح اللہ نے قرآن میں یہود و نصاری سے ان کی دعوے پر دلیل کا مطالبہ کر کے کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:"وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلاَّ مَنْ كَانَ هُوداً أَوْ نَصَارَى تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ"[28]- ترجمہ: اور انھوں نے

کہا کہ جنت میں یہود و نصاری کے علاوہ کوئی داخل نہیں ہو سکتا (تو اللہ نے فرمایا) یہ ان کے خیالات اور امیدیں ہیں، کہہ دیجیے (اے محمد) اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔

ہر معاملے کی اس کے مناسب علمی دلیل ہونی چاہیے، اگر معاملہ کسی حسی اور مادی شیز سے متعلق ہو تو اس کی دلائل تجربات اور مشاہدات ہونگیں، اگر بات کسی عرضی اور معنوی چیز کی ہو رہی ہے تو اس کی دلائل دنیا میں ایسے مسلمہ امور اور مقدمات ہونگے جو دنیا میں معیار ہیں اور جن کو دنیا بطور دلیل تسلیم کرتی ہے، اگر معاملہ لوگوں کے اجتماعی یا انفرادی حقوق کا ہے تو اس کے لیے ایسی شہادات کی ضرورت ہیں جو اس کو ثابت کر سکیں۔

2۔ دلائل کے مراتب کا خیال رکھنا:

ایک محقق کو استدلال کے وقت دلیل یقینی، ظنی، وہمی اور باطل دلائل میں فرق کرنا چاہیے، اسی وقت اس محقق کو اس کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ وہ کس قسم کی دعوے کو ثابت کرنا چاہتا ہے، یعنی وہ نظری ہے یا عملی؟ اگر وہ نظری دعوی عقائد سے متعلق ہے تو اس کی دلیل بھی یقینی ہونی چاہیے، کیونکہ ان امور میں ظن، گمان اور وہم سے استدلال کرنا بے کار ہے، چنانچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلاَّ ظَنّاً إِنَّ الظَّنَّ لا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئاً"۔[29] ترجمہ: ان میں سے اکثر لوگ وہم و گمان کے اتباع کرتے ہیں، بے شک ظنی دلیل حق کے معاملے میں کسی چیز کا فائدہ نہیں دیتا۔

3۔ حقائق تک پہنچنے میں اندھی تقلید سے اجتناب کرنا:

علم صحیح حقیقی اور اندھی تقلید میں تضاد میں ہے، اگر ایک شخص اپنے مقالے یں کسی شخص من و عن بغیر کسی دلیل کے نقل کرتا ہے تو وہ تحقیق نہیں کہلایے گا، اس اندھی تقلید کو اسلام نے شروع اسلام میں ہی ختم کیا ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں: "جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ حکم کی اتباع کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس چیز کی اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے ماں باپ کو پایا ہے، اگرچہ ان کے ماں باپ نہ کچھ جانتے تھے اور نہ ہدایت پر تھے"[30]۔

4۔ حقائق کے درمیان وتناقض اور تفاوت سے اجتناب:

ایک تحقیقی مقالہ اس وقت قابلِ قبول اور اہمیت ہوتا ہے جب اس کے دعاوی ،دلائل اور دوسرے اجزاء میں کوئی تفاوت نہ ہو، جیسے کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "ماترى في خلق الرحمن من تفاوت"[31] ترجمہ:(اے بندہ) کیا تجھے اللہ کے پیدا کردہ(آسمان) میں کوئی فرق نظر آرہاہے۔اس سے معلوم ہوا کہ جس چیز میں تفاوت اور فرق ہو اس کو کسی دعوے یا اور کسی موضوع میں معیار نہیں بنایا جاسکتا، اوراسی طرح کے غیر معیاری مواد ہم اپنے مقالے میں بھی شامل نہیں کرسکتے،جب تحقیق میں تفاوت اور فرق کا یہ حال ہے تو تناقض تو اس سے بھی بدتر ہے،اس سے اجتناب تو اور بھی ضروری ہو گا۔

5۔حواس پر قابو پاکر ان کو استعمال کرنا:

ایک انسان کو جب اللہ تعالی پیدا کرتے ہیں تو اس کے ساتھ ساتھ اس کو عقل اور حواس خمسہ کے عظیم دولت سے بھی نوازتا ہے،انہی کو استعمال کرکے انسان آج قسم قسم کی آلات ایجاد کرتاہے اور وقت کے ساتھ ساتھ نئی نئی چیزیں متعارف ہوتیجارہی ہیں،یہ سب ان تحقیقات کا کرشمہ جو حواس خمسہ اور عقل انسانی اس دنیا کو فروہم کیاہے،اسلام ان استعمال نہ کرنے والے کو جانوروں سے تشبیہ دی،اللہ تعالی فرماتے ہیں:"وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيراً مِنَ الْجِنِّ وَالإِنْسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَئِكَ كَالأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ"[32]۔ترجمہ: اور ہم نے جمع کیاہے جھنم کے لیے بہت جنات اور انسانوں کو،ان کے پاس دل تھے وہ اس کی مدد سے سمجھتے نہیں تھے،اور ان کی آنکھیں تھیں وہمان کی مدد سے دیکھتے نہیں تھے،اور ان کے کان تھے وہ ان کی مدد سے سنتے نہیں تھے،وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ اور بدتر ہیں۔

تحقیق کی اہمیت احادیث سے:

احادیث نبوی میں تحقیق کی ضرورت و اہمیت پر زور دیتے ہوئے مختلف اسلوب اختیار کیے گئے ہیں،ایک طرف تحقیق کے اصولوں کے پیشِ نظر تحقیقی اندازِ فکر اپنانے کا حکم دیا گیاہے اور مختلف انداز سے اس کی ترغیب دلائی گئی ہے،اس کی تلقین کی گئی ہے اور اللہ تعالی

سے تحقیقی منہاج پر استقامت کے ساتھ رہنے کی دعائیں سکھلائی گئی ہیں تو دوسری طرف ایسی عملی اقدامات کیے گیے ہیں جن کے بدولت تحقیقی طریقہ کار کو فروغ دیا گیا ہے۔اور اسے مسلمانوں میں عادتِ راسخہ کے طور پر رواج دیا گیا ہے، علم ومعرفت اور تحقیق کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مسلماں کو اسی میدان میں تنافس، مسابقت اور آگے بڑھنے کی ترغیب دی ہے، ایک اور جگہ ایک جاننے والے اور محقق کی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"**فضل العالم على العابد كفضلي على أدنى رجل منكم**"۔[33] ترجمہ: جاننے ولے کی اہمیت ایک جاہل عبادت گذار پر اس طرح ہے جس طرح میری فضیلت آپ میں سے ایک ادنی آدمی پر ہے۔رسول اللہ فرماتے ہیں: "**من سلك طريقًا يلتمس فيه علمًا سهل الله له طريقًا إلى الجنة**"۔[34]ترجمہ: جو کوئی علم کے تلاش میں کسی راست پر نکلتا ہے تو اللہ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان بنا دیتا ہے

اس سے بڑی اہمیت کیا ہو سکتی ہے جس کی جستجو پر جنت کی بشارت ہو۔ایک اور جگہ فرماتے ہیں:"**طلب العلم فريضة على كل مسلم**"۔[35] ترجمہ: علم کا طلب ہر مسلمان پر فرض ہے۔ مسلمان کے لیے جو چیز فرض ہے وہ سب سے اہم بھی ہو گا اور حقیقی علم تحقیق اور جستجو ہی سے حاصل ہو گا۔اور اسی طرح ہر سنی سنائی بات پر بغیر جانچ پڑتال کے یقین کر کے اس کو نقل کرنے والے کو اللہ کے رسول ﷺ نے جھوٹا کہا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:"**كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع**"

احادیث میں جہاں تحقیقی اندازِ فکر اپنانے کی فضیلت بیان کی گئی ہے ،وہاں انہیں پروردگارِ عالم سے تحقیق کی ہدایت اور توفیق مانگنے کے لئے مسنون دعائیں بھی سکھلائی گئی ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا،"**اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا الاتباع وارنا الباطل باطلا وارزقنا الاجتناب۔اللهم ارنا الاشياء كما هى**"[36]۔ترجمۃ: اے اللہ ہمیں حق کو حق دکھاؤ اور اس کی اتباع کی توفیق عطا فرما،اور ہمیں باطل کو باطل دکھا دیں اور اس سے اجتناب کی توفیق عطا فرما اور ہمیں چیزوں کی حقیقتیں اس طرح دکھا جیسا کہ وہ ہیں۔ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ دعا سکھلائی "اللھم اھدنی وسددنی"۔ ترجمہ: اے اللہ مجھے ہدایت دے اور راہ راست پر قائم رکھ لے۔

تحریر جو تحقیق کا ایک حصہ ہے، کوئی علمی تحقیق کتابت اور تحریر کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی، بلکہ بعض دفعہ صرف کسی چیز کی تحریر ہی اس کی تحقیق بھی بن جاتی ہے جب لکھی جانے والی چیز اس کاتب کا کوئی یقینی، قطعی یا مشاہداتی امر ہو، اس جیسی کتابت کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے عمل سے ثابت ہے جو اس کی اہمیت اور ضرورت کی ایک نمایاں دلیل ہے،

بخاری اور مسلم کی مروایت میں ہے کہ ایک دفعہ ایک یمنی شخص ابو شاہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر خطبۃ حجۃ الوداع کے کچھ نصائح لکھوانے کی درخواست کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اكتبوا لأبي شاه". ترجمہ: ابو شاہ کے لیے لکھو۔ حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے بارے میں فرماتے ہیں:"ما من اصحاب النبی صلی اللی علیه وسلم اکثر حدیثا عنه منی الا ما کان من عبد الله بن عمرو فانه کان یکتب و لا اکتب"۔[37] ترجمہ: حضور ﷺ کے اصحاب میں ان سے روایت کرنے میں مجھ سے زیادہ کوئی نہیں تھے، سوائے عبد اللہ بن عمرو کے؛ کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔

ترمذی شریف کی حدیث ہے" كان رجل الأنصار يجلس إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمع منه الحديث فيعجبه ولا يحفظه فشكاذلك إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: "استعن بيمينك". وأومأ بيده إلى الخط". ترجمہ: انصار میں سے ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھتا تھا اور ان سے احادیث سنتا تھا، ان کو اچھا لگتا تھا مگر وہ یاد نہیں کر سکتا رہا تو انھوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ی شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو اور اپنے ہاتھ سے لکھنے کی طرف اشارہ کیا۔

اسلامی تاریخ میں تحقیق کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے سب سے نمایاں مثال قرآن کی جمع و تدوین ہے، قرآن کریم کے متن کی تدوین ادبی دنیا کا عظیم ترین شاہکار ہے، چنانچہ حضرت ابو بکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان نے قرآن کریم کو لکھوا کر جمع کر کے تحقیق و کتابت کا ابتدا کر دیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی نے اپنے دور میں قرآن کے جمع کرنے کے لیے سخت شرائط رکھیں، انہوں نے نہ لکھی ہوئی کو قبول کیا اور نہ سنی ہوئی کو اور نہ یاد کی ہوئی آیت کو، یہاں تک کہ اس پر دو گواہ لے آئے۔ چنانچہ ابوداود روایت کرتے ہیں:"**ان ابا بکر رضی اللہ عنه قال لعمر وزید:"اقعدا علی باب المسجد فمن جاءکما بشاهدین علی شئ من کتاب اللہ فاکتباه**"[38]۔ ترجمہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت عمر اور زید بکر رضی اللہ تعالی عنہما سے کہا"مسجد کے دروازے میں بیٹھ جاؤ ،جو تمھارے پاس اللہ کی کتاب کی کسی حصے پر دو گواہ لے کر آئے اس کو لکھو۔"

اسلام میں تحقیق کی ضرورت اور افادیت:

تحقیق کی ضرورت کا اندازہ ہم اس وقت لگا سکتے ہیں جب ہمیں مندرجہ ذیل چیزوں کی ضرورت ہو جو ہم اپنی تحقیق اور جستجو کی مدد سے ان کو حاصل کر سکتے ہیں:

1۔معدوم یا مجہول تک رسائی:

یہ اس طرح ہوتا ہے کہ محقق چند معلوم مقدمات، اور اصولوں کو ایک فکری ترتیب سے ملا کر ایک ایسا نتیجے پر پہنچا جاتا ہے جو پہلے معلوم نہ ہو اور اس کی ضرورت ہو، اسی میں یہ بھی داخل ہے کہ مغربی تہذیب نے جو ناجائز معاشرتی اور معاشی مسائل پیدا کیے ہیں اسلام کے اصولوں کو تطبیق دے کر ان کا متبادل حل پیش کیا جائے، ہماری تحقیق اور ریسرچ یہ نہ ہونا چاہیے کہ یورپ کے حرام طریقوں کو جائز کرنے کے لیے اسلام کے محرمات کو حلال قرار دیں، بلکہ تحقیق کا محور یہ بنائے کہ ان غلط اور اور حرام چیزوں کے بجائے کن جائز اور حلال صورتوں سے نئے زمانے کی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں جیسے بینکنگ نظام اور سود پر بحث کرنا چاہیے مگر اس کو حلال کرنے کے لیے نہیں بلکہ اس کے متبادل صورتوں

مضاربت، مشارکت اور مرابحہ وغیرہ کو زیر بحث لانا چاہیے، شراب، بے پردگی اور مخلوط معاشرت کو کھینچ کر اسلام میں داخل کرنے کے بجائے معاشرہ کو عصری ترقی سے ہم کنار کرتے ہوئے ان خرابیوں سے بچنے کی تدبیر سوچنا چاہیے۔ نئے حوادثات اور مسائل کی قرآن و سنت، آثار صحابہ اور فتاوی سلف کی روشنی میں مخصوص شرائط اور حدود میں رہتے ہوئے حل نکالنا چاہیے، ڈاکٹر عمر فاروق لکھتے ہیں: "کیونکہ تحقیق حقائق کی تلاش، حالات واقعات کی چھان بین اور انسان کو درپیش مسائل کا حل نکالنے کا نام ہے، احادیث کے حوالے سے تحقیق کی تعریف میں انسانی مشکلات کا ازالہ اور انسانی مصائب کا مداوا اور علاج شامل ہے"[39]۔

2۔ منتشر و متفرق کو یکجا کرنا:

کبھی تو مسائل مختلف کتابوں یا ابواب میں بکھرے ہوتے ہیں تو محقق ان کو ایک خاص ترتیب میں جمع کر دیتا ہے، تاکہ اس باب سے متعلق تمام جزئیات ایک جگہ مل جائے، کبھی تو ان کی یہ ترتیب حروف تہجی کی ترتیب سے ہوتی ہے یا ان کی اپنی مرضی کی کوئی ترتیب خاص ترتیب ہوتی ہے جیسے کہ امام بخاری کے "الجزلرفع الیدین" جس میں رفع الیدین سے متعلق تمام مسائل جمع کیا ہے اور "فقہ البیوع" مفتی محمد تقی عثمانی کی، جس میں معاملات کے تمام مسائل جمع کیا ہے۔

3۔ ناقص و نامکمل کو اپنی کوشش کی حد تک مکمل کرنا:

سابقہ ادوار میں بہت سے کتابیں لکھی گئی، مگر ان میں بہت سی کتابیں ناقص ہیں اس طور پر کہ وہ موضوع کے تمام عناصر کو شامل ہو، اس وجہ سے کہ اس وقت مراجع اور ادواتِ علم متوافر دستیاب نہیں تھے، تو عصر حاضر میں کسی محقق کو اس موضوع میں کوئی مواد ملتا ہے تو وہ اس کو اس سابق کتاب میں اضافہ کرکے اس موضوع کو مکمل کرتا ہے، جیسے احادیث کے باب میں مستخرجات اس قسم کی تحقیقات کا ایک حصہ ہے، کبھ تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ محقق اپنی تحقیق کے دوران انتقال کرگئے تو اس کی اس ادھوری تحقیق کو مکنمل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جیسے: کتاب "جلالین" تفسیر قرآن میں ایک منفرد کتاب ہے، اس کی ابتدا

علامہ جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا، لیکن نصف قرآن کی تفسیر کے بعد وہ اس دار الفنا سے رخصت ہو گئے، پھر باقی نصف قرآن کی تفسیر اس وقت کے عظیم محقق علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مکمل کی، اسی طرح شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی کتاب "الصحیح لمسلم" کی "فتح الملھم" کے نام سے شرح لکھنا شروع کیا، لیکن ایک معتد بہ حصے کی تشریح کے بعد ان کا انتقال ہو گیا، پھر ان کے بعد یہ کام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب "تكملہ فتح الملهم" کے نام سے پورا کیا، جو دنیا کے کئی ممالک سے چھپ رہا ہے۔

4۔ مجمل کی تفصیل کرنا:

جب کوئی کتاب اس طرح لکھی جاتی ہے کہ جو صرف اصولوں پر مشتمل ہوتا ہے، یا اگرچہ کچھ تفصیل ہوتی ہو مگر اس کا مفہوم، شرائط اور دوسرے متعلقات مزید وضاحت طلب ہوتی ہے، اس ضرورت کے پیشِ نظر وہ مصنف یا کوئی دوسرا محقق اس کی تشریح کرتا ہے، اس کی مثالیں سابقہ اور موجودہ دور میں بہت ہے، جیسے: علامہ ابن حاجب کی مشہور کتاب "کافیہ" عربی میں نحو کی بنیادی کتاب ہے، جو کہ بہت مجمل ہے، اس کی بہت سے محققیں نے تشریح کی ہے، ان میں سے متداول علامہ جامی کی تشریح ہے، جو بہت مفصل ہے۔ اسی طرح علامہ شمس الدین قرطبی نے قرآن کریم کی تفسیر میں 20 جلدیں تحریر کی، اسی طرح ایک اور محقق علامہ آلوسی قران پاک کی 23 جلدوں پر مشتمل تفصیلی تشریح کی، جو "روح المعانی" کے نام سے مشہور ہے۔ حدیث کی باب میں علامہ ابن حجر نے "الصحیح للبخاری" کی 30 جلدوں میں مشتمل تشریح کی، جو "فتح الباری" کے نام سے مطبوع ہے۔

5۔ مطول کو خراش تراش کے بعد منقح کرنا:

کبھی تو کسی محقق کی کتاب بہت مطول ہوتی ہے جس سے استفادہ بہت دشوار ہوتی ہے خاص کر اس مشینی دور میں جب لوگ مختلف قسم کی الجھنوں میں پھنسے ہوئے ہیں، تو اس ضورت کے پیش نظر کوئی محقق اس کی ایسی تنقیح کرتا ہے جو طویل بھی نہ ہو کہ جس سے

استفادہ ممکن نہ ہو، یا دشوار ہو اور بہت اجمال بھی نہ ہو کہ جو سمجھ میں نہ آئے، یا سمجھنے میں دشواری ہو جیسے:

فقہ حنفی کے مشہور امام علامہ مرغینانی نے اپنی ہی کتاب "بدایۃ المبتدی" کی تشریح کی تو وہ بہت زیادہ مطول ہو گیا جس کا نام کفایت المنتہی رکھا تھا، جو اسی جلدوں پر مشتمل تھا، پھر انہوں اس کی تنقیح کر کے چار جلدوں پر مشتمل "الھدایۃ" بنا دیا جو فقہ حنفی کے مآخذ میں شمار ہوتا ہے، چنانچہ وہ خود کہتے ہیں:" یہ میرا وعدہ تھا بدایۃ المبتدی کے شروع میں کہ میں اللہ کی توفیق سے اس کی ایک ایسی شرح لکھوں کہ جس کا نام کفایت المنتھی رکھوں، پس میں نے اس میں شروع کیا اس حال میں کہ وعدہ مجھے کچھ گنجائش دے رہا تھا اور جب میں قریب تھا کہ میں اس سے فارغ ہو کر آرام کروں، مجھے کچھ طوالت محسوس ہرنے لگا اور مجھے خدشہ ہو کہ طوالت کی وجہ سے کتاب نہ چھوڑی جائے تو میں نے لگام اور شفقت ایک اور شرح کی طرح "ھدایۃ" کے نام سے، جس میں اللہ کی توفیق سے جمع کرتا ہوں ہر باب میں زوائد کو چھوڑ کر عقلیات اور نقلیات کو اس طور پر کہ طوالت سے اعراض کرتے ہوئے، مزید یہ کہ وہ ایسے اصول پر مشتمل ہونگے جس پر فصول متفرع ہونگے"[40]۔

اس طرح کی تنقیح کو عربی میں "تھذیب" کہتے ہیں، اس میں عربی محققین نے بہت کام کیا ہے جیسے، تھذیب الأغاني، وتھذیب السعد, وتھذیب التوضیح.

6۔ خلط ملط مباحث کو مربوط و مرتب کرنا:

کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ ایک محقق کسی مسئلے سے متعلق جتنے مواد ان کو ملتے ہیں ان بغیر کسی منطقی، علمی اور کتابی ترتیب سے جمع کرتا جاتا ہے، یا تو وہ ترتیب ہی نہیں دیتا ہے یا ترتیب ان سے کچھ آگے پیچھے ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے مباحث اور معلومات خلط ملط ہو جاتے ہیں، یعنی ایک باب سے متعلق کوئی مواد دوسرے باب میں آ جاتا ہے، پھر بعد میں وہی مصنف یا کوئی اور محقق اس کو خاص علمی انداز میں مرتب کرتا ہے، تاکہ اس سے استفادہ سہل اور آسان ہو جائے، جیسے فقیہ قاضی ابو طالب نے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "کتاب

العلل" کو ابواب کے اعتبار سے ترتیب دیا جو اس پہلے وہ غیر مرتب احادیث کا مجموعہ تھا اور اس کا نام ترتیب "کتاب العلل" رکھ دیا، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:"یہ کتاب ہے اس (کتاب العلل) کی ترتیب میں نے بند کیا ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے جامع کی ترتیب پر تا کہ اس میں حدیث کی تلاش آسان ہو، کیونکہ کہ اس میں احادیث متفرق اور بکھرے ہوئے ہیں وہ کسی منضبط باب میں مذکور نہیں ہیں میں نے کتاب العلل کی احادیث کی جامع ترمذی کی ترتیب کی طرح ،طہارت کی احادیث کو کتاب الطہارۃ میں اور نماز سے متعلق احادیث کو کتاب الصلاۃ میں، اسی طرح کتاب کی آخر تک"۔ مصنف کی اس تحریر سے معلوم ہوا کہ کبھی کسی ڈیٹا کو منظم اور مربوط کرنے کے لیے اس کو ایک نئی ترتیب اور اسلوب میں پیش کیا جاتا ہے۔

7۔پہلے سے مرتب شدہ مباحث کو ایک نئے اسلوب میں مرتب کرنا:

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مباحث مرتب ہوتے ہیں مگر اس کو دوسرے اسلوب میں بھی پیش کیا جا سکتا ہے تو اس وقت کوئی محقق اس کو اس نئے اسلوب میں پیش کرتا ہے تا کہ مزید سہل اور مفید بن جائے، کیونکہ مقصود اصلی کسی بھی علمی تحقیق سے یہ ہوتا ہے کہ کہی اور لکھی جانے والی بات آسانی سے لوگوں کو سمجھ میں آجائے، اسی وجہ سے علامہ کاسانی نے فقہ حنفی جو اگرچہ کتاب ،ابواب اور فصول میں مرتب ہے ایک نئے انداز میں پیش کرکے اس مسلک پر احسان کیا اس کا نام "بدائع الصنائع فی ترتیبب الشرائع" رکھا، وہ ہر باب کے تحت اس کے اصول ذکر کرتے ہیں پھر ہر اصل کے تحت جتنے جزئیات اور مسائل آتے ہیں ان کو ذکر کرتے ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:"کسی علمی فن میں میں تحریر اور تحقیق کا مقصد پڑھنے والوں کے لیے ان کے مقصد کے حصول کو آسان کرنا اور اس تحریر کو سمجھ کے قریب کرنا ہے، یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا ہے سوائے اس کے کہ ہم اس کو ایسی ترتیب سے پیش کریں جس کی صنعت اور حکمت تقاضا کرے، وہ اس طرح کہ ہم اس کی مسائل کی اقسام، فصول اور ان کی اصول اور قواعد پر تخریج سے بحث کریں، تا کہ سمجھنے ،لکھنے اور یاد کرنے کے لیے آسان ہو اور اس کا فوائد زیادہ ہو اور اس کا ثمرہ وافر مقدار میں ہو تو میں اس کا ارادہ کیا، میں اپنی اس کتاب

میں فقہ کے کچھ مواد جمع کیا جو کہ مرتب ہے ایسی صنعتی ترتیب اور حکمت بھری تالیف سے جس سے ارباب صنعت راضی ہو اور جس کے سامنے حکمت والے لوگ جھک جائے واضح دلائل اور قوی نکات کے ساتھ جو قوی اور محکم عبارات اور معانی کے ساتھ میں نے اس کو فقہ علی المذاہب نام رکھ دیا، کیونکہ یہ نئی صنعت، عجیب اور انوکھی ترتیب ہے تاکہ نام مسمی کے موافق بن جائے "[41]۔

8۔ مبہم اور غیر واضح کو واضح اور متعین کرنا:

کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ کسی زمانے کے کسی محقق اس زمانے کے لوگوں کے اعتبار سے کچھ تصنیف کرلیتا ہے جو بعد میں آنے والوں کے لیے مبہم اور غیر واضح سا ہوتا ہے، اس وجہ سے مصنف یا اس کا کوئی معاصر یا بعد میں آنے والا کوئی محقق اس کی از سر نو یا اس کی مبہمات کی توضیح کرتا ہے، اور اس کی مشتبہات کی معانی کا تعیین کرتا ہے، جیسے کہ علامہ عبید اللہ نسفی نے پہلے اصول کی ایک کتاب "تنقیح الاصول" لکھی پھر اس نے اس کی وضاحت کے لیے "التوضیح فی حل غوامض التنقییح" لکھی، وہ فرماتے ہیں:" جب اللہ نے مجھے "تنقیح الاصول" لکھنے کی توفیق دی تو میں نے ارادہ کیا اس کی مشکلات کی تشریح کروں اور اس کی پیچیدگیوں کو کھول دوں ان مواضع کی شرح سے اعراض کرتے ہوئے جن کو اگر کوئی بغیر تفصیل کے حل نہیں کر سکتا ہے تو اس کے لیے اس کتاب کو پڑھنا بھی درست نہیں"[42]۔اسی طرح علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اصول حدیث میں کتاب "نخبۃ الفکر" لکھی، چونکہ یہ کتاب کافی پیچیدہ اور مشکل تھی اس لیے انہوں نے اس کی وضاحت کے لیے "نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر" لکھی جو اس مشکل مقامات اور عبارات کا حل ہے، چنانچہ اپنی اس توضیح کے بارے میں وہ فرماتے ہیں:" مجھ سے بعض دوستوں نے درخوست کی کہ میں نے ان کے لیے اس کتاب (مقدمہ ابن صلاح) کا خلاصہ تیار کروں، پس میں نے اس کا خلاصہ لکھا چند اوراق میں ایسی ترتیب کے ساتھ میں ایجاد کیا اور اس راستے سے جس سے میں چلا، اس کے ساتھ میں نے اس میں نادر نکات اور زائد فوائد کا اضافہ کیا، اور اس کا نام رکھا "نخبۃ الفکر في مصطلح أهل

الأثر" پھر انہوں نے مجھے ترغیب دیا کہ میں اس کی ایسی شرح کروں جو اس کے رموز کو حل کرے، اس کے خزانوں کو کھول دے اور واضح کے ان تمام چیزوں جو ایک ابتدائی طالب علم کے لیے مخفی ہوں"[43]۔

اس سے معلوم ہوا کہ کس طرح ایک محقق کسی دوسری تحقیق اور فن کی مشکلات کو حل کرنے کے لیے اور اس کی مبہمات کی وضاحت کرنے کے لیے ایک نئی تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے۔

9۔ کسی موضوع پر اہل علم سے سہو وخطا ہوئی ہو تو علمی انداز میں اس کی نشان دہی اور تصحیح کرنا:

دنیا میں انبیاء کے علاوہ کوئی خطاء اور نسیان سے سے محفوظ نہیں سوائے انبیاء کے، اس لیے مصنفیں اور محققیں سے سہو نسیان اور تصحیف اور تحریف ہوئی ہیں، بعد میں دوسرے محققیں نے اس کی تصحیح اور تصویب کی، محدثیں، فقہاء اور دوسرے محققیں سے غلطیاں ہوئی، بعد میں آنے والے محققیں نے اس پر کتابیں لکھی جیسے محقق دار قطنی اور عسکری نے تصحیف محدثیں پر کتابیں تحریر کیں، چنانچہ صلاح الدیں صدفی اپنی کتاب "تصحیح التصحیف و تحریر التحریف" میں فرماتے ہیں: "بے شک تصحیف اور تحریف سے بہت کم محققیں محفوظ رہے اور بہت کم ماہریں اس سے نجات پائے، اگرچہ وہ علم میں ثبیر پہاڑ کی طرح مضبوط ہو یا اس کی مصیبت سے الگ ہو گئے اور اگرچہ وہ بہادری میں عبد اللہ ابن زبیر ہو یا مہارت میں عبد اللہ بن زَبیر ہو، خاس کر ان لوگوں کے لیے جن کے لیے تصنیف کے میدان میں نقل ہی راستہ ہو اور تقلید ہی ان کی دلیل ہو، بہت سے ایسے لوگوں سے تصحیف ہوئی جو اس امت کے امام ہیں اور بہت سے ایسے لوگوں نے تحریف کی جن کی ہاتھوں میں لغت کے لگام ہیں، ان میں سے بصرۃ کے رجال بھی ہیں، جیسے خلیل بن احمد، ابو عمر بن العلاء، عیسی بن عمر، ابو عبیدہ معمر بن مثنی، ابو لحسن اخفش، ابو عثمان جاحظ، اصمعی، ابوزید انصاری، ابو عمر جرمی، ابو حاتم سجستانی اور ابو عباس مبرد، جب صحیح طور پر ثابت ہے کہ ان جیسے لوگوں سے تصحیف ہوئی ہے اور نقل سے ثابت

ہے کہ ان سے تحریف ہوئی ہے تو کیا حال ہو گا ان لوگوں جو ان کے بعد بھوسے کی طرح ہیں، اور ایسے پست طبیعت کے ہیں کہ پہلے لوگوں پر تنقید پر فخر کرتے ہیں۔۔۔۔ اور یہ غلطی (تصحیف اور تحریف) عام ہے محدثین، فقہاء، نحاۃ، اہل لغت، حدیث کی راویوں اور اشعار کی راویوں میں، اس سے قراء کے علاوہ اور کوئی محفوظ نہیں رہے"44۔

خلاصہ:

اسلام میں کسی بھی امر کی تحقیق کا حکم ہے، آیات کریمہ میں اس کا حکم، دعائیں کی تعلیم میں اس کی تلقین اور اس کے فضائل کا بیان اس کی اہمیت پر دلیل ہے، مسلمان سکالرز نے تحقیق کے لئے صداقت، دیانت، غیر جانبداری، غیر متعصبانہ رویے اور احتیاط کو ضروری قرار دیا ہے تاکہ تحقیق صحیح منتج ہو سکے۔ اس کے فوائد میں دریافت و ایجاد کے علاوہ علوم وفنون کی تدوین، تلخیص، تفصیل، تشریح اور تسہیل جیسے عوامی مفاد کے امور شامل ہیں۔

نتائج:

1۔ تحقیقِ خبر کے ساتھ کائنات میں غور وفکر کا حکم قرآن میں ہے۔

2۔ تعلیم و تحقیق کے اہمیت ان کے لئے دعا کی تلقین اور ان کے فضائل سے بھی ثابت ہے۔

3۔ تحقیق کی نمایاں خصوصیات میں صداقت، غیر جانبداری اور احتیاط شامل ہیں۔

4۔ تحقیق کے نتیجے میں دریافت، ایجاد، مبہم کی توضیح، تفصیل کی تلخیص اور تسہیل جیسے انسانی مفاد کے مسائل کا حل سامنے آتا ہے۔

تجاویز وسفارشات:

تحقیق کے اس عمومی جائزے کے بعد محققین کے لئے مزید کام کے لئے مندرجہ ذیل پہلو بطور تجاویز سفارش کی جاتی ہیں۔

1۔ تحقیق سیرت نبوی کی ورشنی میں

2۔ تحقیق اور مختلف تحقیقی ادارے عہد بنو امیہ میں

3۔ تحقیق اور مختلف تحقیقی ادارے عہد بنو عباس میں۔

حوالہ جات وحواشی:

---

[1]. محمد بن ابی بکر، مختار الصحاح، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، 1999ء: 1/77

Muhammad bin Abi Bakr, Mokhtar al-Sihah, Al-Muktab al-Asriyyah, Beirut, 1999: 1/77

[2]۔ مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات، فیروز سنز، لاہور، 2010ء: 1/348

Maulvi Ferozeuddin, Feroze Al-Lugaat, Feroze Sons, Lahore, 2010: 1/348

[3]۔ مہدی فضل اللہ، اصول کتابۃ البحث و قواعد التحقیق، دار الطلیعۃ، بیروت، 1998: 1/14

Mahdi Fazlullah, Usul Kitab al-baht wa Qawayid al-Tahhaqiq, Dar al-Taliyah, Beirut, 1998: 1/14

[4]۔ ڈاکٹر احمد شلبی، کیف تکتب بحثا او رسالۃ، مکتبۃ النھضۃ المصریۃ، قاہرۃ، 1968: 1/5

Dr. Ahmad Shalabi, Kaif Taktubu Bahsan aw Risalatah, Maktabat al-Nahdah al-Masriyyah, Cairo, 1968: 1/5

[5]۔ عبد الوھاب بن ابراھیم، کتابۃ البحث العلمی، دار الشروق، مصر، 1996ء: 1/25

Abd al-Wahhab bin Ibrahim, Kitab al-bahth al-Ilmi, Dar al-Shuruq, Egypt, 1996: 1/25

[6]۔ رجاء وحید دویدری البحث العلمی اساسیاتہ النظریۃ و ممارستہ العلمیۃ، دار الفکر المعاصر، بیروت، 2000ء: 1/67

Raja Wahid Dwideri, Al-bahth Al-ilmi Asasiyatuhi al-Nazariyyah wa Mumarastahu Al-ilmiyyah, Dar al-Fikr al-Muasar, Beirut, 2000: 1/67

[7]۔ ڈاکٹر کرنل (ر) عمر فاروق غازی، تحقیق کے اصول وضوابط، ندارد، لاہور، 2007ء: 27

Dr. Col. (R) Umar Farooq Ghazi, Thaqiq k Usool o zawabit, Lahore, 2007:27

[8]۔ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، دار طوق النجاۃ، جدۃ، 1422ھ: 4/4

Muhammad bin Ismail Al-Bukhari, Sahih Al-Bukhari, Dar Tuq al-Najat, Jeddah, 1422 AH: 4/4

[9]۔ تحقیق کے اصول وضوابط:28

Thaqiq k Usool o zawabit: 28

[10]۔ الدارمی عبداللہ بن عبدالرحمن، سنن الدارمی، دار المغنی، سعودی عرب، 2000ء:3/1783

Al-Dar Mi Abdullah bin Abd al-Rahman, Sunan al-Darmi, Dar al-Mughani, Saudi Arabia, 2000: 3/1783

[11]۔ مسلم بن حجاج،. صحیح مسلم، دار إحیاء التراث العربي، بیروت:1/78

Muslim bin Hajjaj, . Sahih Muslim, Dar Ihya Al-Trath al-Arabi, Beirut: 1/78

[12]۔ تحقیق کے اصول وضوابط:32

Thaqiq k Usool o zawabit: 32

[13]۔ صحیح البخاری:6/114

Sahih al-Bukhari: 6/114

[14]۔ تحقیق کے اصول وضوابط:37

Thaqiq k Usool o zawabit: 37

[15]۔ حاکم محمد بن عبداللہ، مستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1999ء:3/664

Hakim Muhammad bin Abdullah, Mustadrak Ali al-Sahiheen, Dar al-Kitab al-Ulamiya, Beirut, 1999: 3/664

[16]۔ سید رزق الطویل، مقدمہ فی اصول البحث العلمی و تحقیق التراث المکتبۃ الازھریۃ:1/11

Syed Rizq Al-Taweel, Muqaddimah fi Usool Al bAhth Al ilmi wa Tahqiq ail Turath, Al-Muktab Al-Azhariya: 1/11

[17]۔ الحجرات:6

Al hujurat:06

[18]۔ طٰہ:114

Taha:114

[19]۔ الزمر:9

Al Zumar:9

[20]۔ العلق:1-6

Al Alaq:1-6

[21]۔المجادلہ،ایت:11

AL mujadalaH;11

[22]۔فاطر،ایت:28

Al Fatir:28

[23]۔الاسرء،ایت:36

AL Isra:36

[24]۔الکہف ایت:10

Al Kahf:10

[25]۔البقرہ،ایت:247

AL BaqaraH:247

[26]۔آل عمران،ایت:18

Al Imran:18

[27]۔الاسراء،ایت:7

Al Isra:7

[28]۔البقرہ،ایت:111

Al baqarah:111

[29]۔یونس،ایت:36

Younus: 36

[30]۔البقرہ،ایت:170

Al Baqarah:170

[31]۔الملک،ایت:3

Amulk:03

[32]۔الاعراف،ایت:179

AlAraf:179

[33]۔ محمد بن عیسی سنن الترمذی، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ، مصر، 1975ء: 5/50

Muhammad bin Isa Sunan al-Tirmidhi, Shirkat Maktabat wa Matabat, Misr, 1975: 5/50

[34]۔ صحیح مسلم: 4/2074

Sahi Muslim:4/2074

[35]۔ محمد بن يزيد القزويني، سنن ابن ماجہ، دار إحياء الكتب العربية: (1/81)

Muhammad Ibn Yazid Al-Qazwini, Sunan Ibn Majah, Dar Ihya Al-Kutub Al-Arabiya: (1/81)

[36]۔ تحقیق کے اصول وضوابط: 18

Thaqiq k Usool o zawabit: 18

[37]۔ مفتی محمد رفیع عثمانی، کتابتِ حدیث عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ میں، ادارۃ المعارف، کراچی، 2008ء: 63

Mufti Muhammad Rafi Usmani, Kitabat-e-Hadith Ad e rislah aor ahde sahaba me, Idarat al-Maarif, Karachi, 2008:63

[38]۔ محمد علی صابونی، التبیان فی علوم القران، مکتبۃ البشری، کراچی، 2011ء: 71

Muhammad Ali Sabuni, Al-Tabayan fi Alum Al-Qur’an, Maktabat al-Bashri, Karachi, 2011: 71

[39]۔ تحقیق کے اصول وضوابط: 30

Thaqiq k Usool o zawabit: 30

[40]۔ علي بن أبي بكر المرغيناني، هداية، دار احياء التراث العربي، بيروت: ½

Ali bin Abi Bakr al-Marghinani, Hidayah, Dar Ahyaya al-Tarath al-Arabi, Beirut: 1/2

[41]۔ الكاساني أبو بكر بن مسعود، بدائع الصنائع، دار الكتب العلمية، بيروت، 1986: ¼

Al-Kasani Abu Bakr bin Masoud, Badi’ al-Sina’i, Dar al-Kutbal al-Ilamiya, Beirut, 1986: ¼

[42]۔ مسعود بن عمر التفتازاني، شرح التلويح على التوضيح، مكتبة صبيح، مصر: 1/5

Masoud bin Umar al-Taftazani, Sharh al-Talwih on explanation, Maktabah Sabih, Egypt: 1/5

[43]۔ ابن حجر عسقلاني، نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر في مصطلح أهل الأثر، مطبعة الصباح، دمشق، 2000ء: 40

Ibn Hajar al-Asqalani, “Nuzha al-Nazar fi tawzih Nukhbah Al fikar fi Mustalah Ahl al-Athar”,Matba Al-Sabah, Damascus, 2000: 40

44۔صلاح الدين صفدي، تصحیح التصحیف وتحریر التحریف، مکتبۃ الخانجی، قاہرہ،1987ء:4

Salah al-Din Safadi, Tashah al-Tsahif wa Tahrir al-Tahreef, Maktab al-Khanji, Cairo, 1987: 4